اسلام کے معاشرتی نظام کی مبادیات: معارف القرآن اور روح القرآن کے تناظر میں ایک مطالعہ

Foundations of the Social System of Islam: A Study in Context of the Māʻrif al-Quran and Roḥ al-Quran

Muhammad Saad Ur Rahman
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, FUUAST, Karachi
Muhammad Ahmad Ur Rahman
M.Phil. Scholar, UMT, Lahore
Dr. Hasan Imam
Prof. Department of Islamic Studies, FUUAST, Karachi

Abstract

Islam is a universal religion. Allah sent the Prophet Muhammad (peace be upon him) in favor of mankind. Islam is the religion of proper humanity, tells us all ethics and the code of life. Quranic wisdom along with Hadith is the basic source for Islamic guidance. Today's most important thing is the ethical bankruptcy of mankind. very long topic is discussed in short notes of two Tafaseers, Marif ul-Quran by Mufti Muhammad Shafi Deobandi and Rooh-Ul-Quran by Dr. Muhammad Aslam Siddiqui, is the explanation of Quranic verses. We choose the topic on ethical background from these books. So, the basic theme of humanity is encoded in the education of Quran and Sunna.

Keyword: Social System, Islam, Context, Māʻrif al-Quran, Roḥ al-Quran

تمہید

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے انسان کے اجتماعی شعور کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی نشو و نما میں معاونت کرتا ہے اور اسے ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے اجتماعیت کو تقویت ملے اور وہ اس کے لیے صالح بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں یا محدود اور غیر مفید بنادیں۔ اسلام فرد کی انفرادیت کو بنیاد قرار دیتا ہے۔ فرد اجتماعی زندگی کے لیے جو جمعیتیں بناتا ہے، اسلام

اس کی حوصلہ افزائی اور ان کے لیے اصول و قوانین فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی پہلی اجتماعی اکائی اس کا خاندان ہے، اس میں میاں بیوی، والدین، رشتہ دار، ہمسائے اور پھر عام انسانی برادری شامل ہے۔ اسلام نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق تفصیلی احکام دیئے ہیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام کے کچھ بنیادی اصول اور خصوصیات ہیں جن پر سارا معاشرتی ڈھانچہ استوار ہے۔ اور اسلام کا دعوی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے جن اصولوں کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالی نے انسان کو سمجھائے۔ اسے جس بنیادی فکر اور جس رہنمائی کی ضرورت تھی وہ رب العالمین نے مہیا کر دی۔ انسانوں کا باہمی فکری اختلاف ان کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ اللہ تعالی نے تو انہیں فکری وحدت عطا کی تھی قرآن نے بڑے جامع الفاظ میں اسے بیان کیا ہے۔كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين[1] سب لوگ ایک ہی امت (دین ملت) پر تھے پس اللہ تعالی نے نبی بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے[2] (اسلام ایک ایسا معاشرہ چاہتا ہے جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں۔ کیوں کہ جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہیں ہوتی وہ بالآخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشاندہی کی جو معاشرے شر کے مٹانے کی سعی نہیں ہوتی وہ بالآخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشاندہی کی جو معاشرے کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں اور وہ گناہ بھی بتائے جو فرد اور جماعت کے ایمان کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اسلام اپنی خصوصیات کی بدولت دنیا کے تمام معاشرتی نظاموں سے مختلف اور منفرد ہے۔ اسلام کا معاشرتی نظام خیر واصلاح، طہارت و تقدس، ہمدردی و خیر خواہی اور اعتدال و توازن پر قائم ہے۔ اس نظام میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی بہبود کا پورا انتظام موجود ہے۔ ذیل میں اسلام کے معاشرتی مبادیات کو قرآن کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے اسلام کے ان اصولوں کو بیان کیا گیا ہے کہ جن اصولوں پر اسلام کا معاشرتی نظام قائم ہے اور اس تحریر کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں اسلام کے معاشرتی نظام سے متعلق قرآن کریم میں پیش کردہ آیات کو معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور روح القرآن از ڈاکٹر محمد اسلم صدیقیؒ کی تفاسیر کے تناظر میں پیش کیا گیا اور ان کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ چونکہ اس تحریر کا دارومدار مذکورہ دو مفسرین کی تفاسیر پر ہے لہذا مناسب ہے کہ ان دو حضرات کی زندگی پر اور ان کے تفسیری منہج واسلوب پر روشنی ڈالی جائے۔

معارف القرآن

یہ مایہ ناز تفسیر مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی تصنیف ہے۔ آپ کا نام محمد شفیعؒ بن محمد یاسین عثمانی دیوبندی تھا۔ آپ نے 1897ء میں آنکھ کھولی۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اس میں ہر طرف علم و عرفان اور زہد و تقویٰ کے وہ بے مثل پہاڑ تھے جن کی رگ رگ سے علوم و معارف کے بے شمار چشمے نکل کر عالمِ اسلام کو سیراب کر رہے تھے۔ دار العلوم دیوبند میں مدرس رہے آپ کا شمار دیوبند کے اہم اساتذہ میں ہوتا تھا بعد ازاں 1943ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی دعوت پر اپنا آبائی وطن دیوبند چھوڑ کر اور دارالعلوم سے استعفی دے کر پاکستان ہجرت کی، پاکستان آکر سب سے پہلے پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں شریک ہوئے اور قائد اعظم کے وعدوں کے مطابق پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے راہ ہموار کی اور تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ تحریکِ پاکستان کے آغاز سے ہی بہت سے علمائے کرام اس تحریک کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے، آپ تحریک پاکستان کے ایک اہم رہنما اور پاکستان کے سب سے بڑے مفتی (مفتی اعظم پاکستان) تھے۔ آپ نے 1951ء میں کراچی کے علاقے کورنگی میں ایک وسیع و عریض مدرسہ جامع دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کا سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد صدیق شاہ قابل ذکر ہیں۔ تفسیر معارف القرآن آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ کا انتقال 1976ء میں ہوا اور آپ کا مدفن دار العلوم کراچی میں ہے۔[3]

معارف القرآن کی خصوصیات و منہج واسلوب

قرآن مجید کی اس اردو تفسیر میں آپ نے اپنے طور پر کوئی ترجمہ نہیں کیا، بلکہ مولانا محمود الحسن کا ترجمہ ہی اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک ترجمہ تفسیر سے زیادہ نازک معاملہ ہے اور چونکہ سلف کا ترجمہ موجود ہے، اس لیے اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی نیا ترجمہ کیا جائے۔ تفسیر میں انہوں نے سب سے پہلے لغت کے مسائل پر توجہ دی ہے، پھر خلاصہ تفسیر کے تحت مختصراً قرآن کی تفسیر بیان کر دی ہے۔[4] مصنف موصوف کے پیش نظر یہ تھا کہ عوام جو علمی اصطلاحات سے واقف اور دقیق مضامین کے متحمل نہیں ہیں وہ بھی قرآن کریم کو اپنے حوصلے کے مطابق سمجھ سکیں، اس لیے تفسیر کو لکھتے ہوئے اس کی پوری رعایت کی گئی ہے کہ فنی اصطلاحات، دقیق بحثیں اور غیر معروف و مشکل الفاظ سے گریز کیا جائے، تفسیر میں سلف صالحین کی تفسیروں پر اعتماد کیا گیا ہے اور بے سند باتوں سے احتراز کیا گیا ہے. چنانچہ جگہ جگہ صحابہ و تابعین کے تفسیری اقوال اور متقدمین کی تفسیری کتب سے استفادہ کر کے ان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ لطائف و معارف کے ضمن میں متاخرین میں سے مستند مفسرین کے مضامین بھی لیے گئے ہیں، خصوصاً ایسے مضامین جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت و محبت کو بڑھاتے ہوں اور ان کی وجہ سے اعمال صالحہ انجام دینے کی تحریک ہوتی ہو، متن قرآن کے ترجمہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الہند کے ترجموں پر اعتماد کیا گیا ہے، ترجمہ کے بعد مکمل تفسیر و تشریح سے پہلے خلاصہ تفسیر لکھ دیا گیا ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے، اسے آیات پر مختصر نوٹ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی مشغول آدمی اتنا ہی دیکھ لے تو فہم قرآن کے لیے ایک حد تک کافی ہو جائے، آخر میں آیات مندرجہ سے متعلق احکام و مسائل لکھے گئے ہیں، اس میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ صرف وہ احکام و مسائل لیے جائیں جو کسی نہ کسی طرح الفاظ قرآن کے تحت آتے ہوں، احکام و مسائل کا بڑا حصہ تفسیر قرطبی، احکام القرآن للجصاص، احکام القرآن لابن العربی، تفسیرات احمدیہ، تفسیر محیط، روح المعانی، روح البیان اور بیان القرآن وغیرہ سے لیا گیا ہے، جن کے حوالہ جات بھی مذکور ہیں، تاہم نئے عہد کے بعض نئے مسائل کا بھی ذکر ہے، قرآن و حدیث اور مجتہدین کرام کے اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔[5]

روح القرآن

یہ تفسیر مولانا ڈاکٹر محمد اسلم صدیقیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ کا نام محمد اسلم صدیقیؒ ولد مولانا فضل کریم صدیقیؒ تھا۔ آپ کے والد بھی اپنے وقت کے ایک ممتاز عالم تھے، آپ فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک 180 میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم ربانیہ'' سے حاصل کی اور حفظ قرآن کے بعد علمی پیاس بجھانے کے لیے فیصل آباد سے لاہور منتقل ہوئے اور ممتاز دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ'' سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں ''عرب میں انکار حدیث'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حق دار قرار پائے۔ آپ کا شمار فاضلین مدینہ یونیورسٹی میں بھی ہوتا ہے۔ پنجاب کے مختلف علاقوں میں آپ نے خطابت کے فرائض سرانجام دیئے جن میں انارکلی لاہور سے ملحقہ نیلا گنبد کی جامع مسجد، اسلام آباد یونیورسٹی اور جامعہ پنجاب کی مساجد شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ شعبہ مساجد کے سربراہ کی ذمہ داریاں بھی نبھاتے رہے۔ آپ نے جامعہ پنجاب، ہیلی کالج اور انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے مختلف شعبہ جات میں طلبہ و طالبات کی علمی پیاس بجھائی۔ جماعت اسلامی پاکستان کے مرکز منصورہ لاہور میں قائم مرکز علوم اسلامیہ میں ادب، تفسیر اور حدیث کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا آپ نے تمام عمر قرآن و حدیث اور ان سے متعلقہ علوم کی اشاعت کو اپنی زندگی کا محور و مرکز بنائے رکھا۔ اس دعوت خیر کے سلسلے میں آپ نے دور دراز اسفار بھی کیے۔ 1999ء میں جامعہ پنجاب سے ریٹائرمنٹ

کے بعد گوشہ نشینی کے بجائے اپنا علمی، تحقیقی، فکری، تبلیغی اور دعوتی مشن جاری رکھا، اور "ھدی للناس" کے نام سے اپنا علمی و تحقیقی ادارہ قائم کیا، اس ادارے کے زیر اہتمام قذافی سٹیڈیم کے سامنے فیروز پور روڈ پر واقع بہت بڑے تاج محل شادی ہال میں ہر اتوار کو دو گھنٹے پر محیط درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو 14 برس تک جاری رہا، آپ نے اپنے دروس کو املاء کروایا اور دس جلدوں پر مشتمل یہ ضخیم تفسیر روح القرآن" کے نام سے مکمل ہوئی۔ یہ طبع شدہ شکل میں دستیاب ہونے کے علاوہ شاید دنیا کی پہلی تفسیر ہے جو مولانا اسلم صدیقیؒ صاحب مرحوم کی اپنی زبان میں ویڈیو کی صورت میں بھی انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔ آپ بروز پیر 4 فروری 2019ء کی شام اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔[6]

روح القرآن کی خصوصیات و منہج واسلوب

آپ نے یہ تفسیر املاء کروائی جس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح قرآن کریم کی زبان خطابت کی زبان ہے، اسی طرح اس تفسیر کی زبان بھی تحریری ہونے کے ساتھ خطابت کی شان بھی رکھتی ہو۔ تو آپ کی اس تفسیر میں روانی اور اثر انگیزی پائی جاتی ہے۔ یہ تفسیر معاشرہ پر منطبق ہے، اہل ایمان کے لئے غذا اور کفار و منافقین کے لئے دوا، مغرب اور اہل مغرب کے لئے پیغام کو مبیّن کر کے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اہل ایمان کو ان کے شر سے باخبر کر کے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ اس تفسیر کا بنیادی مقصد لوگوں کو قرآن کی روح سے بہرہ ور کرنا ہے اس لئے الفاظ قرآن کو واضح کے ساتھ ساتھ اس کے مقصد و منہج پر بھی حد درجہ زور دیا ہے۔ اس میں مسلک پرستی اور فرقہ واریت سے حتی المقدور اجتناب کیا گیا ہے حتی کہ کوئی قاری اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ مفسر نے کسی خاص عقیدے یا مسلک کو پروموٹ کرنے کی کوشش کی، بلکہ یہ اپنے اندر ایک عمومیت اور جامعیت لئے ہوئے ہے جسے ہر مسلک کا پیروکار بآسانی قبول کر سکتا ہے۔ یہ تفسیر خصوصاً جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے بہت مفید ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل وہ لوگ جنہیں قرآن فہمی کا موقع نہیں ملا اور وہ جدید خیالات سے متأثر اور مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کے اسیر ہیں، اس تفسیر سے خصوصی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کا اسلوب بیان مؤثر اور رواں ہے۔ زبان نہ قدامت اور پیوست لئے ہوئے ہے اور نہ بعض جدت پسندوں کی طرح ہر دوسرا لفظ انگریزی کا ہے، بلکہ ہر مفہوم کی ادائیگی کے لئے موزوں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اسلوب کی سلاست اور روانی عبارت کو دلچسپ بناتی ہے، اکتاہٹ قریب نہیں پھٹکتی۔[7]

معاشرت کا مفہوم

شریعت کے پانچ جز ہیں: عقیدہ، اعمال، اخلاق، معاملات اور حسن معاشرت۔[8] شریعت ان پانچوں اجزاء کے مجموعے کا نام ہے۔ مسلمانوں کو ان سب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ معاشرہ عربی لفظ ہے۔ عربی قواعد کی رو سے اس لفظ کا استعمال دو فرد یا دو قوموں کے باہمی سلوک، رہن سہن، طریقہ، بود و باش اور ثقافتی انداز پر ہوتا ہے، نیز عرف عام میں آپس میں مل جل کر رہنے والے افراد کو بھی معاشرہ کہتے ہیں، پھر یہ باہمی برتاؤ اگر آسمانی تعلیمات سے ہٹ کر ہو تو یہ انسانی معاشرہ نہیں بلکہ حیوانی معاشرہ ہوگا اور اگر آسمانی ہدایات کے مطابق ہو، تو عین اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب و ثقافت ہوگی۔

اسلامی نظام معاشرت کا ارتقاء اور اس کی تشکیل

انسانی معاشرے کی ابتداء ایک مرد اور ایک عورت (یعنی قافلہ انسانی کے عظیم سرخیل، ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام) سے ہوئی اور اسلامی معاشرت کی ابتداء انہیں دو افراد کے درمیان نکاح اور اس کے متعلقہ احکام و قوانین سے ہوئی اور باقی تمام رشتے ماں باپ اور بھائی بہن وغیرہ اسی ایک رشتہ نکاح کی فروع کے طور پر ظاہر ہوئے، پھر ہر

رشتے کے اعتبار سے حسب ضرورت انتظامی احکام کی بھی ضرورت پڑتی گئی، اس طرح نظام معاشرت وحی الٰہی کے ذریعے وجود میں آیا اور اس کی انتہاء و تکمیل اسلام کے آخری پیغمبر سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوئی: اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي .[9] " اور آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں"۔[10] یہاں اللہ تعالی نے شریعت محمدیہ کی تکمیل کا اعلان کرتے ہوئے دو الفاظ ارشاد فرمائے: کمال دین اور اتمام نعمت، دونوں کا خلاصہ تاکید کے طور پر یہ بتانا ہے کہ دین اسلام قوت و غلبہ کے لحاظ سے بھی کامل ہو گیا۔ یعنی اس آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کے پاس افرادی قوت اور وسائل بھرپور آچکے تھے، اب دشمنان اسلام اور مخالفین کی طرف سے دین کو نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہیں رہا، لہذا یہ دنیوی نعمت کے طور پر اللہ کا احسان ہے اور احکام و قوانین کے اعتبار سے بھی یہ دین مکمل ہو گیا کہ ہر زمان و مکان کی ضروریات کو پورا کرنے کی اس میں بھرپور صلاحیت موجود ہے اور یہ دنیوی نعمت کے طور پر اللہ کا احسان ہے، لہذا ہر دو لحاظ سے دین کی تکمیل پر یہ اعلان مسرت سنایا گیا۔ بہر حال شریعت محمدیہ نہ صرف ایک مکمل نظام معاشرت ہے، بلکہ سارے عالم کے لیے مکمل نظام حیات بھی ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید و فرقان حمید میں اللہ تعالی نے ایسی بہت سی آیات نازل کی ہیں جن پر اسلامی معاشرے کا مدار ہے۔ جیسے اوپر مذکورہ آیت میں لوگوں کے ایک ہی طریقے پر ہونے کا ذکر ہے۔ كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين [11] سب لوگ ایک ہی امت (دین ملت) پر تھے پس اللہ تعالی نے نبی بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے [12] اس آیت کے علاوہ اور بھی سینکڑوں آیات ہیں جن پر اسلامی نظام معاشرت کا دارو مدار ہے۔

اسلام کے معاشرتی نظام کے بنیادی اصول

اسلام انسانوں کے باہم میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی نشو و نما میں تعاون کرتا ہے۔ وہ ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے اجتماعیت کو تقویت ملے اور اس کے لیے صالح بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کو ختم کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں یا محدود اور غیر مفید بنادیں۔ اس ضمن میں ذیل میں اسلام کے معاشرتی نظام کے کچھ بنیادی اصول اور امتیازات پر معارف القرآن اور روح القرآن کے تناظر میں روشنی ڈالی جارہی ہے:

1. وحدت نسل انسانی

اسلام نسل انسانی کی وحدت کا داعی ہے۔ اس کے نزدیک رنگ، نسل، وطن یا زبان کی بنا پر انسانوں کے درمیان کسی طرح کی تفریق کرنا جائز نہیں۔ بلکہ فضیلت کا مدار انسان کے کردار پر ہے۔ قرآن مجید میں اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :ياايها الناس إنا خلقنكم من ذكر وأنثى وجعلنكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقكم إن الله عليم خبير[13] "لوگو، ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے (جدا جدا) خاندان اور قومیں جو بنائیں ہیں تو باہم شناخت کے لئے (نہ کہ تکبر کے لئے)۔ بیشک عزت دار تو اللہ کے نزدیک تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبر دار ہے۔"[14] مفتی شفیعؒ اس آیت کے ضمن میں انسانی مساوات کا درس دیتے ہیں کہ کوئی انسان دوسرے کو کمتر یا رذیل نہ سمجھے اور اپنے نسب، خاندان یا مال و دولت کی بناء پر فخر نہ کرے، تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں، اور خاندان، قبائل یا مال و دولت کے اعتبار سے جو فرق اللہ نے رکھا ہے وہ تفاخر کے لئے نہیں بلکہ تعارف کے لئے ہے اور شان نزول بیان فرما کر شعوبا و قبائل، عشیرہ اور اسباط کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ نسبی

اور وطنی یا لسانی امتیاز میں حکمت و مصلحت تعارف کی ہے۔ نسلی تفاوت کو تعارف کے لئے استعمال کرو تفاخر کے لئے نہیں۔ ڈاکٹر اسلم صدیقیؒ صاحب اس آیت کے ضمن میں انسانوں میں مساوات کی ترغیب اور حقیقی بڑائی سے آگاہی دیتے ہیں کہ انسانوں کی آپس میں مساوات نہ ہونے کی خرابی کی وجہ سے انسان کبھی ایک مرکز پر جمع نہیں ہوا۔ انسان جسے انس کا پیکر ہونا چاہیے وہ اس خرابی کی وجہ سے نفرتوں اور دوریوں کا پیکر بن کر رہ گیا۔ اور یہ خرابی کبھی نسل اور رنگ سے وجود میں آتے ہیں اور کبھی زبان، وطن اور قومیت کے تعصب سے۔ جیسے یہودیوں کا نسبی تفوق کا دعوی، ہندوؤں کی اونچ نیچ کی تقسیم اور گورے رنگ والوں کا باقی تمام قوموں پر برتری کا دعوی یہ سب اس خرابی کا شاخسانہ ہے۔ قرآن کریم نے اس ایک آیت میں ایک ایسا رعد آسا اعلان کر کے اس خرابی کی کمر توڑ دی ہے، اس آیت کریمہ میں سب سے پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے لوگو! تم نے انسانوں میں جو تقسیم بنا رکھی ہے اس کا آخر جواز کیا ہے۔ جبکہ انسان ایک مرد اور عورت کی اولاد ہیں۔ ان کا مادہ تولید یکساں ہے تو پھر ان میں باہمی شرف و تفوق کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا۔ لوگوں کی شکلوں، ان کے رنگوں اور ان کے قد و قامت میں فرق رکھنا، خاندانوں اور قبیلوں کی حد بندیاں قائم رکھنا ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہے۔ انسانوں میں برتری اور کمتری بھی ایک حقیقت ہے اور اس کی بنیاد صرف حسن کردار، کمالات کی بلندی اور تقوی پر ہے۔ آخر میں عزت اور برتری کا معیار بتایا کہ یہ اللہ کی دین ہے اور اللہ سے ڈر کر ہی بندہ عزت اور بلندی کے مراحل چھوتا ہے۔

2. قیام خیر و رفع شر

اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں خیر کا بول بالا ہو اور جو شر سے بالکل پاک ہو، جس کے تمام افراد کے درمیان محبت، اخوت، ہم دردی، مواسات پائی جائے، وہ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھیں، باہم بدگمانی، تجسس، حسد و بغض اور غیبت وغیرہ سے دور رہیں، خوش دلی سے ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ یأیها الذين أمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى أن يكن خيرا منهن ولا تلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان ومن لم يتب فأولئك هم الظلمون- يأيها الذين أمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله إن الله تواب رحيم[15] اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک قوم دوسری قوم سے، شاید وہ بہتر ہوں ان سے، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے، شاید وہ بہتر ہوں ان سے، اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو، اور نام نہ ڈالو چڑ ایک دوسرے کی، برا نام ہے گناہگاری کا پیچھے ایمان کے، اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہے بے انصاف۔ اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے، مقرر بعضی تہت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا، اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، بھلا خوش لگتا ہے تم میں سے کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو، سو گھن آئے تم کو اس سے، اور ڈرتے رہو اللہ سے، بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے[16] اسلام کے معاشرتی نظام سے متعلق یہ آیات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ کہ اس میں اللہ تعالی نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ان آیات میں اللہ نے معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کا ذکر فرما کر ایمان والو کو دعوت اصلاح دی ہے۔ مفتی شفیعؒ ان آیات کے ضمن میں ایمان والوں کے باہمی حقوق اور آداب معاشرہ کا ذکر کرتے ہیں کہ ان میں تین چیزوں کی ممانعت ہے۔

1. کسی مسلمان کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرنا،
2. کسی پر طعنہ زنی کرنا،

3. کسی کو ایسے لقب سے ذکر کرنا جس سے اس کی توہین ہوتی ہو یا وہ اس سے برا مانتا ہو۔

آیات میں بالترتیب تینوں خرابیوں کا ذکر کیا، تمسخر اور استہزاء کی تفصیل بیان کر کے خاص طور پر مردوں اور عورتوں کا ذکر کرنے میں اللہ کی کیا حکمت کار فرما تھی اس کا ذکر پھر لمز کا ذکر فرما کر وضاحت فرمائی پھر کسی کو برے القابات سے پکارنے کی ممانعت فرمائی اور اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین کا ذکر فرما کر ان القابات کا ذکر فرمایا جس میں کسی کو استثناء حاصل ہے پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ذکر کہ سنت یہ ہے کہ لوگوں کو اچھے القابات سے یاد کیا جائے۔ اور دوسری آیت میں بھی آداب معاشرت کا ذکر ہے اس میں بھی تین چیزوں کی ممانعت ہے۔

1. ظن (گمان غالب)،
2. تجسس (کسی پوشیدہ عیب کا سراغ لگانا)،
3. غیبت (کسی غیر حاضر آدمی سے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو اگر وہ سنتا تو اس کو ناگوار ہوتی)۔

ظن سے متعلق مفتی شفیعؒ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ظن کی ۴ قسمیں ہیں۔ 1۔ حرام، 2۔ مامور بہ یعنی واجب، 3۔ مستحب اور مندوب 4۔ مباح اور جائز۔ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں ان کی تفصیل فرمائی، پھر اس کی بھی جائز اور ناجائز صورت کا ذکر فرمایا۔ تیسرے نمبر پر غیبت اور اس کے نقصان کا ذکر فرمایا۔ پھر آیات میں مذکورہ برائیوں کا ذکر فرما کر حکم لاگو فرمایا اور آخر میں غیبت سے متعلق احکام و مسائل ذکر کئے۔ ڈاکٹر اسلم صدیقیؒ صاحب نے ان آیات کے ضمن میں فرمایا کہ ان آیات میں ان برائیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں میں اخوت کے رشتے کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ یہ بظاہر معمولی برائیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن جس طرح ایک شعلہ ابتداء میں بہت معمولی دکھائی دیتا ہے لیکن جب وہ بھڑکتا اور پھیلتا ہے تو آلاؤ کی صورت اختیار کر جاتا ہے اور آبادیوں کو پھونک دیتا ہے۔ یہ برائیاں بھی ابتداء میں معمولی دکھائی دیتی ہیں لیکن نتائج کے اعتبار سے نہایت تباہ کن ہیں۔ کیونکہ شروع میں ان باتوں کی وجہ سے دلوں میں کدورتیں جنم لیتی ہیں جو دل آزاری کی صورت اختیار کر جاتی ہیں۔ پھر اسی سے نفرت پیدا ہوتی ہے جو افراد میں دوری پیدا کرتی ہے اور بڑھتے بڑھتے دشمنی کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ اور افراد گروہ کی صورت اختیار کر جائیں تو یہی دشمنیاں معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں پھر بالترتیب تین اخلاقی برائیوں کا ذکر فرما کر اس پر روشنی ڈالی اور مخاطبین میں مردوں اور عورتوں کا الگ ذکر فرمانے کی حکمت بیان کی کہ اسلام مخلوط سوسائٹی کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ دونوں حضرات کی تفاسیر میں کچھ زیادہ تقابل نہیں۔

4. امر بالمعروف و نہی عن المنکر

معاشرہ کی پاکیزگی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کچھ لوگ ایسے ضرور رہنے چاہئیں جو دوسروں کو اچھائیوں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ قرآن و حدیث میں اس سے متعلق تفصیلی احکام مذکور ہیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام کو برقرار رکھنے میں یہ آیت بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: کنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله[17] تم ہو بہتر سب امتوں میں جو بھیجی گئیں عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا، اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔"[18] مفتی شفیعؒ اس آیت کے ضمن میں امت محمدیہ ﷺ کے خیر الامم ہونے کی چند وجوہات بیان کرتے ہیں اور ان وجوہات سے متعلق چند قرآنی آیات کا بھی حوالہ ذکر کرتے ہیں جب کہ ڈاکٹر محمد اسلم صدیقیؒ نے اس آیت کے ضمن میں پہلے بنی اسرائیل کے منصب امامت کا ذکر کیا اور پھر ان کی فکری کجرویوں، نیتوں کے فسادات، گروہوں کی عصبیتوں اور اعمال کی خرابیوں کا ذکر فرما کر ان سے منصب امامت لے کر امت مسلمہ کو دیا گیا

اس امت کو اس عظیم منصب پر فائز فرما کر انسانوں کی اصل ضرورت کو پورا کر دیا پھر اس بات کا ذکر فرمایا کہ میں نہ صرف منصب ہے بلکہ ذمہ داری ہے، اس امت کی بعثت، قدر و منزلت اور منصب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی فکر بعد میں کر، دوسروں کی فکر پہلے کر اور اس فکر کو ڈاکٹر صاحب نے سوسائٹی پر ڈھالا۔ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بجائے دوسروں کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا کے پیشہ ور، مزدور اور فوجیوں کا تذکرہ کیا پھر جانوروں کا ذکر کر کے انسانوں کے امتیاز کا ذکر کیا اور اسی مناسبت سے علامہ اقبال کی ایک نظم پیش کی پھر سوسائٹی کی مثالیں دے کر امت کی قدر و منزلت کا ذکر فرمایا اور آخر میں ایک عجیب بات ارشاد فرمائی کہ دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی نااہل کو اس کی نااہلی کی وجہ سے کسی عظیم منصب سے معزول کیا جاتا ہے تو پھر اسے کسی رحم یا مہربانی کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ اہل کتاب کو سینکڑوں سالوں کی نااہلی کے بعد اس عظیم منصب سے معزول کیا گیا۔ اب ان کی اصل جگہ سوائے جہنم کے اور کہیں نہیں۔

5. ہمدردی وصلہ رحمی

اسلامی معاشرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے افراد باہم شیر و شکر ہوتے ہیں۔ وہ اخلاص اور بے غرضی کے ساتھ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ہمدردی و غم خواری سے پیش آتے ہیں۔ دوسروں کی پریشانیوں اور مصیبتوں میں ان کے کام آتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ انہیں اپنی جانب سے کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچاتے۔ وقت ضرورت ان کی مدد کرتے اور ان کا سہارا بنتے ہیں۔ یہ ایسا اصول ہے کہ جس سے معاشرتی نظام خود کار طریقے سے مستحکم ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔وبالوالدين إحسانا وبذي القربى واليتمى والمسكين والجار ذي القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل " وما ملكت ايمانكم[19] اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)[20]مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کے ضمن میں سب سے پہلے والدین کے حقوق کا ذکر فرمایا اور اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرامین کا ذکر فرما کر تشفی کلام فرمایا پھر قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا اس قدر حکم فرمایا کہ اس عمل کو ثواب کے درجے تک پہنچا دیا، تیسرے نمبر پر یتیم اور مسکین کا ذکر فرمایا، چوتھے اور پانچویں نمبر پر پڑوسی رشتہ داروں کا ذکر فرمایا، ان کی اقسام بیان کیں اور دونوں کی تفسیر و تشریح میں صحابہ کرام سے مختلف اقوال ذکر ہیں۔ الغرض پڑوسیوں کے حقوق کی قرآن و سنت میں بہت تاکید آئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین من وعن ذکر ہیں، ساتویں نمبر پر راہ گیر اور مسافر کے حقوق اور آٹھویں نمبر پر غلاموں، باندیوں اور ملازوں کے حقوق کا ذکر فرمایا، اور آخر میں قرآن کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ذکر فرما کر ثابت کیا کہ حقوق میں کوتاہی وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں تکبر ہو۔ ڈاکٹر اسلم صدیقیؒ اس آیت کریمہ میں اللہ کا حق ذکر فرمانے کے بعد سب سے پہلے والدین کے حقوق کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کی صفت تخلیق اور ربوبیت کے بعد اگر کسی کے احسانات سب سے زیادہ ہیں تو وہ والدین ہیں۔ والدین کے احسانات سے ذکر فرما کر ان کے تین حقوق کی ادائیگی کا ذکر فرمایا۔ حسن سلوک، اطاعت، دعا۔ حقوق کی ادائیگی سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ بھی ذکر کیں۔ پھر قرابت داروں کے حقوق کا ذکر کیا جو در حقیقت والدین کے تعلق اور حقوق سے پھوٹنے والی شاخیں ہیں کیونکہ خاندان کی بنیاد زوجین ہیں۔ یہی دونوں جب والدین کی شکل اختیار کرتے ہیں تو خاندان کی نمو د و پر اخت کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ اور مختلف مثالیں دے کر حقوق کی وضاحت فرمائی۔ یتیموں اور مسکینوں کی تعریف کرنے کے بعد ان کے حقوق کا بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ذکر ہے۔ ہمسایوں سے

کون مراد ہیں اس کا ذکر، پڑوسیوں کی اقسام اور ان کے حقوق کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ کا ہمسایوں سے متعلق اہتمام کا ذکر فرمایا۔ ایک نو مسلم محقق و مؤرخ کا واقعہ ذکر کر کے آخر میں پڑوسیوں کا مقام، ان کے معاشرتی حقوق اور ان کے حقوق کی رعایت کی تاکید احادیث کے ضمن میں فرمائی۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں ایک اصول باہمی تعاون کا ہے۔ باہمی تعاون اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ میں رہنے والے تمام افراد اس کی پاکیزگی کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ ہر شخص ذاتی طور پر پاکیزہ زندگی گزارے، زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالی کی خوشنودی کو پیش نظر رکھے اور اس کی ناراضگی سے بچے، چنانچہ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کو اچھے کاموں کی تلقین و تبلیغ کرے اور برے کاموں سے ان کو روکنے کی کوشش کرے۔ معاشرے کے تمام افراد مل کر نیکیوں کو فروغ دیں اور برائیوں سے اس کو پاک کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان [21] نیکی اور اللہ کی عبادت کے کام میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ۔ گناہ اور ظلم کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو" [22] مفتی شفیعؒ نے آیت کے اس ٹکڑے کے ضمن میں قرآن کے باہمی تعاون و تناصر کا اصول ذکر فرمایا۔ اس آیت میں قرآن حکیم نے ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا ہے جو پورے نظام عالم کی روح ہے۔ اور جس پر انسان کی ہر اصلاح و فلاح بلکہ خود اس کی زندگی اور بقاء موقوف ہے اور وہ مسئلہ ہے باہمی تعاون و تناصر کا۔ ہر انسان زندگی کے ہر شعبہ میں چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی دوسرے ہزاروں، لاکھوں انسانوں کا محتاج ہے۔ ان کے باہمی تعاون و تناصر سے ہی سارا دنیا کا نظام چلتا ہے۔ حق جل شانہ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اس جہان کا ایسا محکم نظام بنایا ہے کہ ہر انسان کو دوسرے کا محتاج بنادیا۔ غریب آدمی پیسوں کے لئے مالدار کا محتاج تو مالدار بھی محنت و مشقت کے لئے غریب مزدور کا محتاج ہے۔ سوداگر گاہوں کا تو گاہک سوداگروں کا۔ مکان بنانے والا معمار، لوہار، بڑھئی کا محتاج اور یہ سب اس کے محتاج ہیں۔ یہ محض حکیم الحکماء، قادر مطلق کا الہی نظام ہے کہ مختلف لوگوں کے دلوں میں مختلف کاروباروں کی امنگ اور صلاحیت پیدا کر دی۔ انہوں نے اپنی اپنی زندگی کا محور اسی کام کو بنالیا۔ مفتی شفیعؒ نے اسلام کے معاشرتی نظام کے ضمن میں اس آیت کے تناظر میں خاصی طویل بحث کی جس کا کوئی گوشہ باقی نہ رہا۔ پھر قومیتوں کی تقسیم کا ذکر فرمایا اور قومیت اور اجتماعیت کے لئے قرآنی تعلیمات کا ذکر فرمایا۔ ڈاکٹر اسلم صدیقیؒ نے اس آیت کے ضمن میں صرف نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون کرنے کا ذکر فرمایا۔ فرمایا کہ آئندہ زندگی گزارنے کے لیے تمہارے رویے کی بنیاد تعاون پر ہونی چاہیے۔ تعاون انسانی زندگی کی بقا کے لیے ایک لازمی امر ہے۔ جس زندگی میں تعاون نہیں ہے، وہ زندگی گزر ہی نہیں سکتی۔ اور بادشاہ جو مملکت کا حاکم ہوتا ہے اس کی مثال پیش کی کہ بادشاہ جو تخت پر براجمان ہے۔ اس کا تخت بھی کسی بڑھئی نے بنایا ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے جن سے وہ لذت حاصل کرتا ہے۔ وہ کسی کے پکائے بغیر نہیں پکتے۔ پھر برائی کے کاموں میں تعاون نہ کرنے کا ذکر ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے نیکی کا ذکر فرمایا کہ نیکی کس چیز کا نام ہے، نیکی "فعل الخیرات" اچھائیاں کرنے کو کہتے ہیں اور تقوی "ترک المنکرات" برائیاں چھوڑنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تم تعاون کرو نیکیوں کو فروغ دینے اور برائیوں کی جڑ مارنے میں اور جس تعاون سے اسلام نے روکا ہے وہ یہ ہے "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" اثم کہتے ہیں "گناہ اور نافرمانی کرنے کو" اور عدوان کہتے ہیں "حد سے گزر جانے کو" یعنی ظلم کرنے کو۔ مطلب یہ ہوا کہ نہ ظلم کرو اور نہ گناہ کرو۔ گناہ بجائے خود انسانیت کے لیے داغ ہے اگر اس میں تعاون کیا جائے تو اس کے نقصانات کی وسعت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ظلم میں تعاون نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ ظالم حکمرانوں کی نوکری کو ہمارے علماء سلف نے حرام قرار دیا ہے۔ اور آخر میں ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے ضمن میں امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ ذکر فرمایا۔

خلاصۂ بحث

میں اپنی بات کو اس نکتے پر ختم کرتا ہوں کہ اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام عہد حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، ہمیں اس حوالے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، ہم اپنے دین پر عمل کرتے ہوئے دنیا کا نہ صرف مقابلہ کریں گے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر دکھائیں گے، لیکن آگے بڑھنے کے شوق میں محمد الرسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

References

[1] Al-Baqarah 2:213.
[2] Ṣūfī Abd al-Ḥameed Swātī, *Ma'alim al-Irfān fī Duroos al-Qurān* (Gujranwala: Maktaba Duroos al-Quran), 3:311.
[3] Muftī Muhammad Shāf'ī, *Ma'ārif al-Qurān* (Karachi: Idara al-Ma'ārif), 1:60.
[4] Sahibzada Sājid al-Raḥmān, *Ma'ārif al-Qurān* (Islamabad: Idara Taḥqeeqāt-e-Islāmī), 359.
[5] Shāf'ī, *Ma'ārif al-Qurān,* 1:28.
[6] Friday Special, "Prof. Dr. Aslam Siddiqui ki Rahlat." Accesed February 8, 2019. https://jasarat.com/fridayspecial/2019/02/08/243017/.
[7] Naway e Waqt, "Tafseer Rooh Ul Quran" Accesed Dec 7, 2012. https://www.nawaiwaqt.com.pk/07-Dec-2012/152020.
[8] Ashraf 'Alī Thānvī, *Aadāb al-Mu'āshirāt* (Karachi: Maktaba-tul-Bushra), 3.
[9] Al-Mā'idah 5:3.
[10] Abū Tāḥir, Muhammad Ibn Yāqoob Ferūzabādī, *Tafseer Ibn-e-Abbās*, trans. Muhammad Sa'eed Ahmad Ātif (Lahore: Makkī Dār al-Kutub), 1:325.
[11] Al-Baqarah 2:213.
[12] Swātī, *Ma'alim al-Irfān fī Duroos al-Qurān,* (Gujranwala: Maktaba Duroos al-Qurān), 3:311.
[13] Al-Hujurat 49:13
[14] Abū Muhammad Abd al-Haq Haqqānī, *Tafseer Fath al-Mannān:Tafseer-e-Haqqānī* (Karachi: Mīr Muhammad Kutub khāna), 4:344.
[15] Al-Hujurāt 49:11-12.
[16] Muhammad Malik Kandhalwī, *Ma'arif al-Qurān Takmila* (Shahdadpur: Maktaba-tul-Ma'arif), 7:500.
[17] Al-Imrān 3:110.
[18] Shāf'ī, *Ma'ārif al-Qurān* (Karachi: Idara-tul-Ma'ārif), 2:148.
[19] Al-Nisā' 4:32.
[20] Muftī Muhammad Taqī Usmānī, *Tauzeeh al-Qurān:Aasān Tarjuma Qurān* (Karachi: Makta-tul-Ma'ārif), 197.
[21] Al-Mā'idah 5:2.
[22] Muhammad Āsif Qāsmī, *Tafseer Baseerat-e-Qurān* (Karachi: Maktaba Baseerat-e-Quran), 1:523.